

ڈاکٹر سید امجد حسین کے خطوط میں سفر نامے کے عناصر

نیلیم تاج پی ایچ ڈی سکالر ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

Abstract

The travelogue is one of the narrative genres of urdu language. since the travelogue is written on the eyewitness events, thus journey is the basic for it.

By nature humans have tendency towards nature. They get tired from the uniformity of the environment in which they live. travel not only provides them temporary entertainment equipments but also ends the uniformity in the lives. they feel fresh and get busy in worldly affairs again. travel is movement and life is another name of movement. During travel, travelers experience and observe several things. Sometimes, they desire to express their feeling experiences to others.

Travelogues introduce other cultures. there are revelations from history and geography. Travelogues is a good source of getting information. Dr amjad Husain has talked about the basics of travel in his writings. Historical and geographical events are of great importance in travelogues. Therefore, Dr Amjd Husain has not only introduces the readers with geographical and historical events but also provided bunch of information. Dr Amjad Hussain, s letters are collection observation during travelling.

What the eyes saw, heart felt and mind thought has been well narrated. Dr Syed Amjad Hussain letters is a collection of historical events of different cities.

Keywords; Letter, Amjad Hussain, collection, travelogues

مختصر تعارف:

حالات زندگی:

ڈاکٹر سید امجد حسین ۱۹۳۷ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پشاور سے حاصل کی اور پھر یہی سے (خیبر میڈیکل کالج سے ایم۔بی۔بی۔ایس کی ڈگری ۱۹۶۲ء میں حاصل کر کے ۱۹۶۳ء کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے امریکہ چلے گئے اور تاحال امریکہ میں مقیم ہیں۔

ادبی ذوق ڈاکٹر صاحب کو قدرت کی طرح سے ملا ہے۔ ہائی سکول میں قلمی اخبار "پیام عمل"، اسلامیہ کالج پشاور کے مجلہ "خیبر" اور خیبر میڈیکل کالج کے جریدے "سینا" کے مدیر رہے ہیں۔

اس ادبی ذوق نے آپ سے ایم۔بی۔بی۔ایس کرنے کے بعد "ادیب فاضل" کا امتحان دلوالا جس میں آپ اول قرار پائے۔

ڈاکٹر صاحب کے شوق ہی نرالے ہیں۔ ایم۔بی۔بی۔ایس، ادیب فاضل کے امتحان کے علاوہ فوٹو گرافی، سیر و سیاحت، مہم جوئی، خطوط نویسی کے علاوہ مذہب، ثقافت اور بین الاقوامی امور پر ۱۶ تصانیف اردو اور انگریزی میں منظر عام پر آچکی ہیں۔

تصانیف کا مختصر تعارف:

- ایک شہر آرزو
- عالم میں انتخاب
- مٹی کا قرض
- چتراں والا کٹورہ
- در کتب
- شہوانی اردو شاعری
- بھاکری منزل
- ترکال کی بیلا
- کلام شوخ و بے باک

انگریزی کتب:

1. A brief history of the frontier town of Pakistan Peshawar 1993, 1994, 1998, , 2004, 2008, 2019.
2. Of home and country. Journey of a native son 1998.
3. The Taliban and Beyond: a close look at the Afghan Nightmare 2001.

4. APPNA Qissa: A story of the association of Pakistan Physicians of North America with Babara Floyd 2004.
5. First 150 years: A history of the academy of medicine of Taledo and Lueas country with Barbara Floyed and Vicki croll 2001.
6. Treading a fine line;A collection of op-Ed columns 2009.
7. With whom shall I talk in the Dead of night 2012.
8. From the Khyber pass to the great black swamp ,A Memoir ,2017.
9. A Tapestry of medicine and life 2020.

ڈاکٹر امجد حسین نے اپنے حلقے احباب کو خطوط بھی لکھے ہیں۔ ان میں تقریباً اسی (۸۰) کے قریب خطوط ڈاکٹر ظہور احمد اعوان کے نام ہیں۔ یہ خطوط صرف ایک آدھ صفحے پر مشتمل نہیں بلکہ ایک ایک خط دس سے بیس ۱۰-۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان خطوط میں ایک جہاں معنی پوشیدہ ہے۔ ان خطوط کو مضامین، انشائیہ کے ضمن میں بھی شمار کیا جاسکتا ہے۔

یہ خطوط چونکہ انہوں نے دیار غیر سے لکھے ہیں۔ اس لیے جگہ جگہ ان میں سفر نامے کی صفحات بھی ہیں۔ زیر نظر مضمون میں ان کے خطوط میں سفر نامے کے عناصر کی تلاش کی مقدور سعی کی گئی ہے۔

ڈاکٹر امجد حسین کے خطوط میں سفر نامے کے عناصر:

زندگی وقت کے لہرو پر سفر کرتے ہوئے ایک مقام سے دوسرے مقام تک بے شمار تبدیلیوں کے ساتھ آگے بڑھتی رہتی ہے۔ کبھی تاروں کے ہجوم میں تو کبھی تپتی دو پہروں میں ریت پر، کبھی دریاؤں تو کبھی کانٹوں کے حصار میں، یہی تبدیلیاں دراصل مزاج کو بنانے اور موسم کے ذائقوں سے آشنا کرنے کے لیے ہیں۔

زندگی ایک سفر ہے اور انسان ایک مسافر، اس طرح ہر شخص کی روادِ زندگی خود بخود ایک منفرد سفر نامے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

سفر نامے کے معنی روزنامہ یا ڈائری اور بیاض کے ہیں جس میں بالعموم سفر کے مشاہدات و حالات، تاریخ و اردرج کیے جاتے ہیں۔ سفر عربی میں مسافت طے کرنے کو کہتے ہیں۔ سفر نامہ لکھنے کا مقصد قارئین کو اپنے سفر کے تجربات اور مشاہدات سے آگاہ کرنا ہے۔ سفر نامے کو انگریزی میں "Travelogue" اور "Writing Travel" کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر اشرف کمال کہتے ہیں کہ:

"سفر نامہ ادب کی ایک صنف ہے جس میں تخیلاتی کرشمہ ساز یوں سے زیادہ حقیقی لمحات اور مشاہدات کا

عمل دخل ہوتا ہے۔" (۱)

ڈاکٹر انور سدید کے مطابق:

"سفر نامہ سفر کے تاثرات، حالت اور کوائف پر مشتمل ہوتا۔" (۲)

دور دراز کے فاصلے سے جب ایک انسان دوسرے انسان سے خط کے ذریعے مخاطب ہوتا ہے تو اس کے جذبات و احساسات کھل کر سامنے آتے ہیں۔ اس لیے خطوط میں سفر نامہ نگار اپنے کسی دوست یا کسی شخص کو خط کے ذریعے دوران سفر کے ہی واقعات کو تفصیل کے ساتھ تحریر کرتا ہے۔ ایسے خطوط سے نہ صرف سفر نامہ نگار کی شخصیت بلکہ مقام سیاحت کی سچائی بھی ہمارے سامنے زمان و مکان کی حقیقتوں کے ساتھ آ جاتی ہے۔ ان خطوط میں صیغہ واحد متکلم کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ان میں سرگوشی کی کیفیت حاوی ہوتی ہے۔

ڈاکٹر امجد حسین کی مکتوب نگاری میں سفر نامہ نگاری کے بنیادی لوازمات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ سفر نامے میں تاریخی و جغرافیائی حالات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر انور سید کہتے ہیں کہ:

"سفر ناموں میں جغرافیائی حالات کے بیان کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے تاکہ اپنے ہم وطنوں کو اور ان دشوار گزر راستے سے گزرنے والے سیاحوں اور مسافروں کو موسم و حالات کا پتہ چل جائے۔ ابتدائی دور میں ایسے سفر نامے جن میں تاریخی و جغرافیائی حالات کی تفصیل بیان کی گئی تھی زیادہ مقبول ہوئے اور عوام نے ان کی بڑی قدر کی۔" (۳)

لہذا ڈاکٹر امجد حسین کے خطوط تاریخی واقعات اور جغرافیائی حالات سے قارئین کو نہ صرف متعارف کرواتے ہیں بلکہ معلومات کا بیش قیمتی ذخیرہ بھی فراہم کرتے ہیں۔ ڈاکٹر امجد حسین اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

"دوسرائی کا میدان کوئی ۲۱۰۰ کلومیٹر پر پھیلا ہوا ایک High Attitude Plature ہے۔ جہاں سبزے، جنگلی پھولوں اور پہاڑی ندیوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ درخت بھی نہیں ہیں کیونکہ اس علاقے میں ۱۰،۹۰۰ ہزار فٹ کی بلندی کے اوپر درخت نہیں اُگتے۔" (۴)

ڈاکٹر امجد حسین کے خطوط دوران سفر کے مشاہدات کا دلچسپ مرقع ہیں۔ آنکھوں نے جو کچھ دیکھا، دل نے جو محسوس کیا اور ذہن نے جو خیالات قائم کیے ان کو بات چیت کے انداز میں خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کر دیا۔ ڈاکٹر سید امجد حسین کے خطوط مختلف شہروں کے تاریخی داستانوں کی اہم دستاویزات ہیں۔

"۱۸۰۵ء میں چترال کے فہد کی وفات کے بعد ریاست نے چترال پر حملہ کر دیا تھا۔ انگریز ریزنڈنٹ اور نو عمر بادشاہ جیسے انگریزوں نے فہد کی وفات کے بعد مہتر بنادیا تھا، چترال کے قلعے میں محصور ہو گئے۔ اب انگریزوں کے لیے مشکل یہ بھی تھی کہ ان کے لیے کمک یا توپشاور سے آسکتی تھی اور اگر آتی تو راستے میں انہی علاقوں سے گزر کر چترال پہنچتی جن کے امراؤں نے چترال پر حملہ کیا تھا اور دوسری صورت یہ تھی کہ گلگت سے کمک براستہ شندونپ لائی جاتی جو چترال سے کوئی دو سو میل کے فاصلے پر ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک فوج پشاور سے چلی اور دوسری گلگت سے۔ گلگت سے آنے والی فوج کا سربراہ کپٹن کیلی Kelly تھا۔ مارچ اپریل کے مہینے اس راستے پر یہ سفر طے کیا۔ شندونپ پر برف میں ڈوب جاتے تھے۔ ان کے ہم راہ خچروں پر لدی ہوئی توپیں بھی تھیں۔ اس کا ہر سپاہی اپنا سامان اور اسلحہ بھی اٹھائے ہوئے تھا۔ اپریل کے آخر میں یہ کمک شندو سے اتر کر چترال کی وادی میں داخل ہوئی۔ مستوج

کے پاس مقامی لوگوں سے مقابلہ کرتی بالآخر یہ مکہ چترال پہنچی اور چترال کا محاصرہ اٹھانے میں کامیاب ہوئی۔ اس واقع کو محاصرہ چترال کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور تاریخ کی کتابوں میں اسے غیر عملی چھوٹے معرکہ Minor EPIC کا نام دیا گیا۔" (۵)

ڈاکٹر امجد حسین نے تمام مقامات کا تاریخ کے تناظر میں جائزہ لیا ہے۔ ان کے خطوط (مٹی کا قرض) کا یہ امتیاز ہے کہ ایک ہی وقت میں بہت سے شہروں کی تاریخ و تہذیب، ثقافت، معیشت اور علمی و ادبی صورت حال سے متعارف کراتے ہیں۔ وہاں کے جغرافیائی حدود، تہذیب و ثقافت، تاریخی مقامات، لوگوں کی بود و باش، طرز، معاشرت، مذہبی اعتقادات، معمولات روزمرہ، رسم و رواج، مزاج و کردار، انداز گفتار اور لباس غرض کے تمام تر پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔

"ماؤنٹ کائی لاس ۲۲ ہزار فٹ بلند ہے۔ جو سال کے بارہ مہینے برف سے ڈھکا رہتا ہے۔ بدھ مت اور ہندو مذہب کے مانند والوں کے لیے یہ پہاڑ بہت مقدس ہے۔ لوگ دور دور سے اس کے طواف کے لیے آتے ہیں۔ طواف بھی کیا طواف یہ نہیں کہ چھوٹی سی پہاڑی کے گرد گھوم لیے۔ بلکہ یہ طواف دشوار گزار دروں اور ناہموار پکڑنڈیوں پر چل کر کیا جاتا ہے۔ ایک درہ اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰) فٹ بلند ہے۔ طواف کا فاصلہ ۳۲ میل ہے اور اکثر زائرین یہ ۳-۴ دن میں پورا کرتے ہیں۔ جو لوگ اس بلندی کے عادی ہے وہ یہ طواف ۱۸ سے ۱۶ گھنٹے میں کر لیتے ہیں۔ میں نے ایک بدھ بھکشو کو دیکھا کہ وہ یہ طواف پیٹ کے بل چل کر کر رہا تھا اور دو قدم چل کر اس مقام تک پہنچتا تھا جس جگہ اس کے ہاتھ پہنچتے تھے۔ اس طرح وہ لیٹ کر دو قدم چل کر یہ طواف کر رہا تھا۔ یہ عقیدت کی حد ہیں۔" (۶)

منظر نگاری سفر نامے کی جان ہے۔ کامیاب منظر نگاری کے لیے یہ ضروری ہے کہ سفر نامہ نگار جزئیات نگاری اور مرقع نگاری کے فن میں ماہر ہو۔ ڈاکٹر امجد حسین کے خطوط میں قدرت کے حسین و جمیل نظارے، برف زاروں، وادیوں، جھیلوں، چشموں اور بلندیوں کی بہت سی خوبصورت تصویر دکھائی دیتی ہے۔ اور پاکستان کے شمالی علاقوں کے خوبصورت ترین مقامات و مناظر سے بخوبی واقفیت ہوتی ہے۔

"ہمارا کیپ ایک پہاڑی ندی کے اوپر واقع ہے۔ جہاں خیمے میں لیٹے ندی کے چلنے کی مدہم آواز (اسے میں شور نہیں کہہ سکتا) آتی رہتی ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ پس منظر میں یہ Back Groung Music کی سی کیفیت مہیا کرتی ہے۔" (۷)

ڈاکٹر امجد ایک داستان گو کی طرح اپنے اسفار کے حالات مزے لے لے کر بیان کرتا ہے۔ قدرتی مناظر کی خوبصورت منظر کشی انہی کا خاصہ ہے۔ وہ بیان کرتے وقت ایسا مرقع کھینچتے ہیں کہ تصویر آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ منظر کشی میں وہ جزئیات سے کام لیتے ہیں۔ صبح کا منظر ہو یا شام کا، بارش برسنے کا منظر ہو یا ژالہ باری کا، موسیقی بجنے کی آواز ہو، یا پرندوں کے چہچہانے کی ہر جگہ آب کا قلم جولانیاں دکھاتا ہے۔ ان کا اسلوب نگارش لطیف اور شگفتہ ہے اور حسین منظر قاری کی نگاہوں کے سامنے اپنے تمام جلوے بکھیر دیتا ہے۔ ڈاکٹر امجد حسین کی منظر نگاری کا خوبصورت نمونہ ملاحظہ کریں:

"جب ان کے بے ہنگم گانوں کے درمیان وقفہ آتا ہے تو نیچے سے ندی کے بہاؤ کی آواز آتی ہے اور میں ایک چھوٹے سے آلاؤ کے پاس بیٹھا چودھویں کے چاند کی بکھری ہوئی چاندنی میں پہاڑوں، لالہ زاروں اور ندی کے چمکتے پانی کا نظارہ کر لیتا ہوں۔" (۸)

ڈاکٹر سید امجد حسین کی جزئیات نگاری میں تاریخ کو تلاش کرنے کی آرزو اور حال کو ماضی کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کا رجحان ملتا ہے۔ ان کے سیاحت کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے ہر قسم کے نظریاتی وابستگی سے دور رہ کر غیر جانبدارانہ سیاحت کی ہے اور مختلف جگہوں اور ممالک کی تازہ ہواؤں کو ان کے مخصوص فضا میں محسوس کیا۔ ان میں ایک فطری سیاح کے تمام جوہر موجود ہیں۔ انہیں خوب معلوم ہے کہ یہ سفر حضر نہیں۔ اس لیے اس میں گھر کے آرام و آسائش کو تلاش کرنا سفر کے لطافتوں سے واقفیت کا نتیجہ ہے۔ وہ ہر دشواری کو مزے لے کر بیان کرتے ہیں۔ منظر نگاری کا ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو:

"سکر دو شہر ایک کشادہ وادی میں واقع ہے بلکہ یوں کہوں تو بے جا نہ ہو گا کہ وادی کے گرد اونچے پہاڑ ایک حصار کی صورت میں دکھتے ہیں۔ وادی کی کشادگی کی وجہ سے دریا یہاں پھیل گیا ہے اور اس میں وہ تیزی نہیں جو سکر دوہ کی Gorge میں ہم دیکھ آئے تھے۔ یہاں دریائے سندھ کا بہاؤ ایسا ہے۔ جیسے نیچے نشیبی علاقوں میں نظر آتا ہے۔ دریا کے بیچ میں ایک چھوٹی سی پتھریلی پہاڑی لوگوں کو خیر مقدم کرتی ہے۔ ہر چند کہ یہ پہاڑی شک، بے آدب ہو گیا اور بد صورت ہے لیکن سکر دو تک کا سفر کرنے کے بعد جب مسافر اس وادی میں داخل ہوتا ہے۔ تو وادی کشادگی، ہریالی، دریا کی سبک رفتاری کے پس منظر میں یہ جہاز نما پہاڑی بھی خوبصورت لگتی ہے۔ سکر دو کے محل وقوع کی وجہ سے اسے پیالے میں ایک موتی کہا گیا ہے۔ پہاڑوں سے بنے ہوئے ایک بڑے اور کشادہ پیالے کے درمیان ایک چھوٹا سا موتی۔" (۹)

موقع محل کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو سفر نامے میں زبان و اسلوب کے اظہار کی گنجائش موجود ہے۔ مثلاً کہیں سادہ سلیس اور شگفتہ نثر تو کہیں رمز و ابہامیت والی زبان اور کہیں طنز و مزاح پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ ملاحظہ کریں۔

"ڈرائیور نے بہت قسمیں کھائی، قرآن اور خدا کو بھیج میں لایا کہ گاڑی ٹھیک ہے لیکن ہم نے اس کے خدا اور قرآن پر اعتبار نہ کیا اور دوسری جیب کراے پر لے لی جب یہ سودا ہو چکا تو پہلے ڈرائیور جو عمر میں ۱۵-۱۴ سال سے زیادہ نہیں لگتا تھا۔ اقرار کر لیا کہ ہاں بریکس خراب ہیں۔" (۱۰)

ایک چیک پوسٹ پر ہونے والا مکالمہ ملاحظہ کریں۔ ایک چیک پوسٹ پر ہمارے اور چیک پوسٹ کے حکمران کے مابین:

وہ: یہ انگریز لوگ کدھر جا رہے ہیں۔

میں: یہ انگریز نہیں میرے بیٹے ہیں۔

وہ: لگتے تو انگریز ہے ان کی پیدائش کہاں کی ہے۔

میں: پیدائش امریکہ کی ہے۔

وہ: لو پھر ہوئے نا انگریز۔

میں: والد کی قومیت کے حوالے سے یہ پاکستانی ہے۔

وہ: اُردو وغیرہ بول سکتے ہیں۔

میں: نہیں ان کی اُردو ذرا کمزور ہے۔ ہاں انگریزی فروانی سے بول سکتے ہیں۔

وہ: ان کی ماں کہاں ہے۔

میں: وہ اس وقت یا تو امریکہ میں ہوگی یا پاکستان میں۔

وہ: تو آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کی بیوی کہاں رہتی ہے۔

میں: معلوم تو ہے لیکن اس نے بھی پاکستان آنا تھا ہو سکتا ہے اب تک وہ پاکستان آچکی ہو۔

وہ: تو آپ کہہ رہے ہیں یہ آپ کے بیٹے ہیں (یہاں مشکوک ولدیت کا زاویہ آئی گیا) اب میں

یہی کر سکتا تھا کہ اس گفتگو کے خاتمے کے لیے بیٹوں کو واپس سکرو بھیج دوں اور یہی کیا گیا۔ مستقبل

میں اپنے ساتھ Genetic Testing کی رپورٹ لے کر آؤں۔ جس سے ثابت ہو کہ زبان نہ

بولنے، ظاہر طور پر نظر نہ آنے کے باوجود میرے نطفے سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان کا بھی دریائے سندھ پر اتنا

ہی حق ہے۔ جتنا ان کے باپ کا ہے۔" (۱۱)

ڈاکٹر سید امجد حسین جہاں بھی گئے۔ ہم وطنوں کو شریک سفر کرنے کے خیال سے ڈائری بھی مرتب کرتے رہے۔ انہوں نے ہر اہم چیز پر اپنا تاثر

رقم کرنے اور ردِ عمل ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں تک کہ خواب کے واقعات کو بھی مفصل بیان کر دیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ سیاحت سفر نامہ نگار کے

مربوط و مسلسل تاثرات کا مفصل بیانیہ ہے۔

"ہمارا خیمہ ایک ننھا ننھا سا گنبد نما خیمہ ہے۔ جس میں دو آدمیوں کے سونے کی گنجائش ہے۔ سلیپنگ

بیگ میں ملفوف، میں نے جو خیمے کی گنبد کی طرف دیکھا تو مجھے گولائی پر قرآنی آیات لکھی نظر آئی۔ اسی

طرح جس طرح مہابت خان مسجد کے گنبد کے اندر آیات لکھی ہوئی ہے۔ آنکھیں موند کر دوبارہ

کھولیں تو وہی سماں اب سلیپنگ بیگ نے بھی کفن کی کیفیت پیدا کر دی۔ چست لیٹا ہوا تھا۔ پاؤں کی

انگلیاں تو ہلا سکتا تھا لیکن اس لفافے میں باقی حرکت ممکن نہ تھی۔ لمبے لمبے سانس لیے دماغ کو مزید

آکسیجن پہنچائی تو تھوڑی دیر بعد وہ آیتیں وہاں سے غائب ہو گئی۔ میں نے ایک ہاتھ نکالا اور بیڑی جلائی

اور گنبد کو اچھی طرح دیکھا۔ واقعی وہاں آیتوں کا کوئی نشان نہیں تھا۔ باقی setting تو موجود تھی اگر

۱۲ نکیر و نکیر بھی نظر آجائے تو اس ڈرامے کے کردار مکمل ہو جائے۔" (۱۲)

ڈاکٹر امجد حسین نے خطوط کی تکنیک میں جو سفر نامے لکھے ہیں۔ اس میں کچھ خامیاں بھی ہیں۔ مثلاً خط کے مضامین روزانہ تحریر نہیں کیے جاتے اور خطوط کے طوالت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ لہذا اس میں تازگی اور صداقت کے عناصر کی کمی ہوتی ہے۔ واقعات کا تسلسل نہیں پایا جاتا اور بے ربطی بھی دکھائی دیتی ہے۔

ڈاکٹر خالد محمود اس حوالے سے کہتے ہیں:

"خطوط کی تکنیک سے مرتب کیے جانے والے سفر نامے عام طور پر واقعات کے منطقی ربط و تسلسل سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔" (۱۳)

ڈاکٹر امجد حسین کے خطوط میں بھی بے ربطی اور غیر تسلسل دکھائی دیتا ہے۔

بہر حال ڈاکٹر امجد حسین نے اپنے خطوط میں ہر اس مقام کا واضح نقشہ کھینچا ہے۔ جہاں سے ان کا گزر ہوا۔ جن شاہراہوں پر ان کی نظر پڑی جن اونچے نیچے راستوں اور پہاڑوں کے دامن کا انہوں نے سفر طے کیا۔ ہر واقعہ پر منظر، ہر پل کے تجربات اور محسوسات غرض کے تمام نکات اور مقامات کے مختلف گوشوں کی نقاب کشائی کی ہے، انہوں نے دوران سفر ایک پل کو بھی قارئین سے دور نہیں رکھا۔ ہمہ وقت انہیں اپنا شریک سفر بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ جیسے جیسے ہم ان خطوط کا مطالعہ کرتے جاتے ہیں۔ ان تمام مقامات کی تہذیب و معاشرت اور تاریخ بھی ہمارے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

ڈاکٹر امجد حسین کے حافظے اور مطالعے کی حدیں بہت وسیع ہیں۔ وہ اپنے خطوط میں ایسے سیاح نظر آتے ہیں جس قلب پر قوم کی پوری تاریخ مر قسم ہے۔ وہ قدم قدم پر تاریخ کو یاد کرتے ہیں۔ جدید و قدیم کا موازنہ کرتے ہیں، تجزیہ کرتے ہیں اور پھر اپنے ردِ عمل کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کا سفر نامہ بیانیہ سے زیادہ تخلیقی ادب کا شاہکار معلوم ہوتا ہے۔ اس سفر نامے میں حال سے زیادہ ماضی کی داستان بیان کی گئی ہے۔

Refrances

- 1.Agha Muhammad baqr ,tarikh nazam w nasae urdu, publish tajr book enter lohare gate Lahore,1942,page number 419.
- 2.docter anwar sadeed ,urdu adab mai safar nama, publish magrabi Pakistan urdu acadme,Lahore,1987page number 52.
- 3.docter marza hamad bag,urdu safar namy ki mokhtasar tarekh publish ,mqtdra qome zoban aslamabad,1987,page number 115 .
- 4.docter amjad Husain, un publish latter by docter zahoor ahmad awan Recard sardar jandair research laibrary males ,multan latter number 5.
- 5.Neelam taj (mphil theses),makateeb docter sayeed amjad Husain bnam docter zahoor ahmad awan ,urdu Department Hazara unvirsty manshara 2018.
- 6.As above,, page number 221.
- 7.As above, page number 225.
- 8.As above, page number 310.
- 9.As above, page number 278.
- 10.As above, page number357.
- 11As above,,page number 358.
- 12.As above, page number 390.
- 13As above,page number 159.
- 14.khalid mahmood khan,urdu safar nama ka tanqede mtalia, publisher ,mktabi jamaia new dahle limited,2011,page number 251.